بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے الفاظ اور انداز بیان میں تدبر-3

اس عظیم مہینے میں قرآن مجید کے پیارے الفاظ اور خوبصورت انداز بیان پر غور و فکر کا درس جاری ہے

سب سے پہلے قرآن مجید کے الفاظوں اور حروف کے متعلق یہ خوبصورت قاعدہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ: قرآن مجید میں کوئی بھی دو مختلف لفظ نہیں ہیں جن کا ایک ہی معنی ہو، یہاں تک کہ دو ملتے جلتے لفظوں بلکہ حروف کا بھی ایک معنی نہیں ہے، اس پاک کتاب میں ہر لفظ اور ہر حرف کا اپنا اپنا خاص معنی ہے، اور خاص جگہ پر ہے کوئی بھی انکو ایک دوسرے کی جگہ بدل نہیں سکتا، انکے بدلنے سے سیاق اور سباق اور اصل پیغام میں ضرور فرق پڑ جاتا ہے۔

آج کے درس میں اِن دو ملتے جلتے الفاظوں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آسانیاں فرمائے اور قرآن مجید پر غور و فکر کرنے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سنۃٌ اور عامٌ کے لفظ میں کیا فرق ہے؟

ان دو لفظوں میں عربی لغت اور بلاغت کا قاعدہ: سنہ کے لفظ میں قحط سالی، بدحالی، تنگی اور قلت کا معنی پایا جاتا ہے اور عام کے لفظ میں خوشحالی، کشادگی اور کثرت کا معنی پایا جاتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس قاعدے کو کیسے مدنظر رکھا گیا ہے اور اس میں شرعی اصول کیا ہے؟

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾﴾ [الأعراف: 130]

اور بیشک ہم نے آل فرعون کو قحط کے کئی سالوں اور پھلوں کی کمی میں پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یعنی انکے لیے بدحالی، تنگی اور مشقت کے سال تھے۔

اور سورت یوسف آیت نمبر 47 سے 49:

﴿قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾﴾ [يوسف: 47-49]

کہا تم سات برس لگاتار کھیتی کرو گے، پھر جو کاٹو تو اسے اس کے خوشوں میں رہنے دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ **پھر اس کے بعد سات برس سختی کے آئیں گے جو تم نے ان کے لیے رکھا تھا کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم بیج کے واسطے روک رکھو گے** پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا اس میں لوگوں پر مینہ برسے گا اس میں رس نچوڑیں گے۔

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾﴾ [العنکبوت: 14]

اس آیت کا ترجمہ کچھ ایسا ہے:

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس رہے، پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔

مکمل مدت کتنی ہے 950 سال یا 1000، آئے دیکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں استثناء منقطع ہے یعنی ہزار سال سے 50 کم نہیں ہوئے بلکہ 1000 سال ہیں، یعنی 1000 سال میں سے 50 سال کشادگی اور خوشحالی کے ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

شرعی اصول یہ ہے:

ہر تنگی، بدبختی اور شر کی جڑ شرک، بدعات اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ہر خوشحالی، کشادگی اور خیر کی اساس توحید، اتباع سنت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

عجب بات ہے کہ بعض لوگوں نے ان دونوں الفاظوں کے ان خوبصورت معنے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے ان الفاظوں کے یہ معنی لازمی نہیں ہیں اور ایک دوسرے کے لیے استعمال بھی ہو سکتے ہیں، صرف انداز بیان میں ایک ہی لفظ کو دہرانے سے گریز کرنے کی وجہ سے یہ مترادف الفاظ بیان ہوئے ہیں تاکہ زبان پر پڑھتے ہوئے بھاری نہ ہوں، ان دونوں الفاظوں کا یہ معنے عام اور غالب تو ہیں لیکن ایک دوسرے کہ جگہ بھی استعمال ہو سکتے ہیں، اسکی دلیل میں صحیح البخاري کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((إن في الجنة لشجرة يسير الراكب في ظلها مائة سنة، واقرؤوا إن شئتم: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ﴾ [الواقعة:30])).

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾﴾ [الشعراء: 205-207]

بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہے پھر ان پر وہ (عذاب) واقع ہوا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے ان کے کسی کام نہ آئے

اور یہ اعتراض زمخشری (معتزلی) نے اور اس جیسے یا اسے متاثر ہونے والوں نے کیا ہے، اور قرآن مجید کے متعلق انکا یہ اعتراض بے بنیاد اور انتہائی ضعیف اور کمزور ہے اور قرآن مجید کی روح اور خوبصورت انداز بیان کے مخالف ہے۔

انکے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

1- بات صرف قرآن مجید کے الفاظ اور انداز بیان کے متعلق ہے حدیث کے متعلق نہیں

2-اس حدیث میں لغوی معنی کو مد نظر رکھا گیا ہے اور عربی لغت میں یہ الفاظ ایک دوسرے کی جگہ لے سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

3- قرآن مجید میں ان دونوں لفظوں کے متعلق یہ قابل غور بات ہے کہ قرآن مجید میں عام کی جمع اعوام کا لفظ نہیں بلکہ اسکی جگہ سنین کا لفظ بیان ہوا ہے، یعنی بعض اوقات حالات اور سیاق اور سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے اعوام کی جگہ بھی سنین کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور خصوصی طور پر جب دونوں معنے کا احتمال موجود ہو، اور سورت الشعراء کی ان آیات کریمہ میں یہی معنی مقصود ہے کہ اعوام کی جگہ سنین کا لفظ بیان ہوا ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾﴾ [الشعراء: 205-207]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے تو سنین کا لفظ ہی اپنی جگہ پر درست ہے اور تنگی اور بدحالی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہی معنی ہی ان آیات کے سیاق وسباق میں موجود ہے، اور اس قاعدے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ: ہر تنگی، بدبختی اور شر کی جڑ شرک، بدعات اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ہر خوشحالی، کشادگی اور خیر کی اساس توحید، اتباع سنت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

اور قرآن مجید کی بلاغت، فصاحت اور حسن انداز کا قاعدہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ:

قرآن مجید میں کوئی بھی دو مختلف لفظ نہیں ہیں جن کا ایک معنی ہو، یہاں تک کہ دو ملتے جلتے لفظوں بلکہ حروف کا بھی ایک معنی نہیں ہے، اس پاک کتاب میں ہر لفظ اور ہر حرف کا اپنا اپنا خاص معنی ہے، اور خاص جگہ پر ہے کوئی بھی انکو ایک دوسرے کی جگہ بدل نہیں سکتا، انکے بدلنے سے سیاق اور سباق اور اصل پیغام میں ضرور فرق پڑ جاتا ہے۔

اس اعتراض کا سختی سے رد کرنے والوں کا ایک دوسرا قول بھی موجود ہے: انکار کرتے ہوئے دوسرا قول یہ ہے کہ ان الفاظوں میں یہ فرق لازمی ہے اور الگ الگ معنے ہیں قرآن مجید میں اور قرآن مجید کے علاوہ بھی انکے خاص

استعمال کے بغیر عربی لغت اور بلاغت میں بہت بڑی غلطی ہے مثلاً یہ کہنا کہ کل سنہ وأنت طیب غلط ہے اور جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں یا تضاد ہے اور یا بدعا کے معنے کا غلبہ ہے، اگر کہنا ہے تو کل عام وأنت بخیر کہہ سکتے ہیں۔

اور سچ بات یہ ہے کہ یہ دونوں اقوال درست نہیں ہیں، اور صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ عربی لغت میں تو شاید ان الفاظوں کے فرق کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے لیکن قرآن مجید میں انکی خاص اہمیت ہے اور قرآن مجید کے حسن انداز میں اسی معنی کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے اور ترجیح دی گئی ہے، یہاں تک کہ ان آیات کریمہ میں ان الفاظوں پر غور کریں: بستی والے کے قصے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(فأماته الله مئة عام) سنہ نہیں فرمایا کیونکہ کوئی تنگی ہوئی ہی نہیں تھی، کیونکہ وفات پا چکے تھے اور وہ سارا وقت ایک دن کے برابر یا اس سے کم گزرا تھا۔

اور سورت الکہف کے قصے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(فلبثوا فی کھفھم ثلاثمائة سنین وازدادوا تسعاً) زندہ تھے اور خیر ہی میں تھے لیکن غار کی شدت اور تنگی تو موجود تھی، اور عام کے لفظ کی جمع قرآن مجید میں سنین کے لفظ سے کیا گیا ہے، اور دونوں معنوں کا احتمال موجود ہے۔ واللہ أعلی وأعلم.

اگلی نشست میں إن شاء اللہ تعالیٰ اسی معنی کے دو اور الفاظوں پر غور و فکر کریں گے:

حول اور حجج کے الفاظ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے قرآن وسنت کو صحیح سمجھنے اور منہج السلف الصالحین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر وبا، فتنے اور شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك.

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (رمضان اور قرآن-3) سے لیا گیا ہے۔